# ابو کی یاد میں

جناب ابتسام الٰہی ظہیر صاحبزادہ حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ

جب بارش کے قطرے فصلوں پر پڑتے ہیں اور سبزہ زاروں پر گرتے ہیں تو فصلیں ہری اور سبزہ زار لہلہانے لگتے ہیں اسی طرح یادوں کی اوس جب دل کے دریچوں پر پڑتی ہے تو غموں کی آبیاری کرتی ہے اور دل کے زخم ایک بار پھر ہرے ہو جاتے ہیں۔

اے میرے ابو آپ بھی تو انہی شخصیات میں سے ہیں جو اپنی یادوں کے ذریعے ہمیں مرغ لبسمل کی طرح تڑپاتی ہیں۔ بخدا جب آپ کی یاد آتی ہے دل میں ایک ٹیس اور سینے میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے۔ مجھے کس پل آپ یاد نہیں آتے؟ جب سورج رات کے دامن میں محوِ خواب ہو جاتا ہے اور رات کی دیوی ایک عالم کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے تو آپ یادوں کی بارات کے ساتھ اپنی تمامتر وسعتوں اور بلندیوں کو لے کر میرے دل و دماغ میں اپنا آشیانہ بنا لیتے ہیں اور میں ماضی کی یادوں میں کھو جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ کاش جو واقعہ گزر چکا ہے وہ محض ایک خیالی ہی ہو مگر میں حلقۂ دام خیال میں پھنس کر رہ جاتا ہوں۔

مجھے یاد ہے کہ آپ اس دن کتنے عظیم لگ رہے تھے اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے آپ آفتاب نصف النہار ہیں آپ کے چہرے کی طرف دیکھنے کی مجھ میں تاب بھی نہیں تھی آہ! اس دن کے بعد آپ سے آسمانِ دنیا کے نیچے ملاقات نہ ہو سکے گی اور شائد اب آپ کی اور میری ملاقات میدان حشر ہی میں رب کے حضور ہو مگر ایک بات ہے کہ موت کی وادیوں میں قدم رکھنے سے پہلے تک آپ کی یاد دل کو تڑپاتی رہے گی اور مجھے کسی پل سکون نصیب نہ ہو گا۔

مجھے آج آپ کے وہ الفاظ یاد آ رہے ہیں جو آپ نے کسی جلسے میں کہے تھے کہ اس وقت ہم نہیں ہوں گے اور تم اپنے بچوں کو ہماری داستانیں سنایا کرو گے کہ ایک ایسا دور تھا جس میں ظلمت اور تاریکی کا دور دورہ تھا اور شیطان نے اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے اور اہل حدیث کو ایک حقیر قوم کی حیثیت

حاصل تھی اس وقت لاہور سے ایک شخص اٹھا تھا جس نے کہا تھا کہ اہل حدیث کسی کی دست نگر قوم نہیں بلکہ وہ قوت ہے کہ جسے اگر احساسِ ذوق پیدا ہو جائے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آج بلاشبہ یہ الفاظ حقیقت کا روپ دھار چکے ہیں کیونکہ زمانے نے پہلی بار رسولِ ہاشمیؐ کے نام پر مار کھانے والوں کو سر اٹھا کر چلتے دیکھا ہے۔

ابو جان مجھے یاد ہے کہ آپ اپنی جماعت کے لیے کس قدر تڑپا کرتے تھے اور دن رات آپ کے اعصاب پر یہی چیز سوار رہتی تھی کہ کسی طرح یہ جماعت بڑھے اور پھلے پھولے، مجھے یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ وہ شخصیت صرف علامہ ظہیرؒ کی شخصیت ہے جس نے عالمی سطح پر جمعیت اہل حدیث کو متعارف کروایا

جس مشن کو لے کر شاہ شہید بالاکوٹ کے سنگلاخ پہاڑوں پر چڑھے تھے اسی مشن کو لے کر علامہ شہید پنجاب کے چٹیل میدانوں میں نکلے تھے آج جب میں ابو کی وفات اور رحلت کا سوچتا ہوں تو دل میں خیال آتا ہے کہ ایتسام! اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ کہ قافلۂ حرّیت کے سالار کی موت تو اسی طرح روزِ ازل سے لکھ دی گئی تھی۔

مجھے یاد ہے کہ جب ابو تحریر اور تقریر کے میدان میں باطل قوتوں سے ٹکراتے تھے تو وہ پاش پاش ہو جاتی تھیں اور بڑے بڑے حکمرانوں کے پتے پانی ہو جاتے تھے جب ابوؒ باطل فرقوں کے خلاف قلم اٹھاتے تھے تو ان کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا ایک بار میں اور ابو اکٹھے بیٹھے تھے میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ خیالات نے الفاظ کا جامہ پہنا اور لبوں سے جدا ہوئے کہ ابو جان آپ کیوں ان فرقوں پر کتابیں لکھ کر ان کے ماننے والوں کو اپنا دشمن بنا رہے ہیں تو آپ نے کہا تھا کہ شائد یہی چیز میرے لیے نجات کا سبب بن جائے اور آج انشاءاللہ ابو اپنے خلوص کی وجہ سے نجات پا چکے ہوں گے۔

علامہ ظہیر عظمت و استقامت حوصلہ و پامردی جرّات و جوانمردی کا نشان تھے اور کہا کرتے تھے کہ "رب نے اس شخص کی جیمری میں خوف نام کی کوئی چیز نہیں رکھی۔"

"انشاءاللہ میں اور میرے ساتھی اسلاف کی روایات کو واپس لوٹا کر رہیں گے"۔ اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ جس گھر کی چوکیداری مجھ کو سونپی گئی اس گھر کے مالک جاگ اٹھے ہیں یہ تھے "وہ الہامی الفاظ جو اللہ کے اس شیر کے لبوں سے جدا ہوئے اور حادثے سے صرف دو یوم پہلے فضائے بسیط میں بکھر گئے تھے۔

جس دن ۲۳ مارچ کا سورج طلوع ہوا اس دن اہل حدیث کا آفتاب چشم دنیا سے اوجھل ہوا اور

؎ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

کی حقیقی تصویر بنا

ظالم! ہائے تونے کس گھر کو ویران کیا تونے اس شخصیت کو ہم سے جدا کیا جو اپنے دل و دماغ میں سمندر کی سی وسعتیں رکھتا تھا ظالم! تو خدا کے قہر سے کبھی نہ بچ سکے گا اور کبھی بھی سکھ کا سانس نہ لے سکے گا کہ تونے اس کو شہید کیا کہ ؎

فلک بھی روتا ہے خون کے آنسو ظہیر روشن ضمیر اٹھا۔

خدا کرے کہ تو سسک سسک کے مرے اور تجھے چاہنے کے باوجود موت نہ آئے۔ قاتل! تو نے ایک قوم کو یتیم کیا اور علم و حکمت اور سیاست کے مردِ جری کو خاموش کیا مگر اس کی آواز کبھی خاموش نہ ہو سکے گی۔

۲۳ مارچ کی رات تھی اک تاروں بھری رات وہ وقت جب کہ رات کی سیاہی اپنا دامن پھیلا چکی تھی کاروانِ رسالت ﷺ کا حدی خواں اپنے رفقاء کے ہمراہ قلعہ لچھمن سنگھ آنیوالا تھا شاہ شہید کے فرزندان! عشقِ رسول کے متوالے! چمنستانِ توحید کی آبیاری کرنے والے اپنی مقتل گاہ پر پہنچنے والے تھے گیارہ بجے کا وقت ہوا ہوائیں چلنے لگیں۔ رات ڈھلنے لگی دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوئیں آگئے آگئے علامہ صاحب آگئے اِک دم غلغلہ اٹھا فضا نعرہ تکبیر کی صداؤں سے گونج اٹھی اور لوگ دیدہ و دل فرشِ راہ کر رہے تھے۔ پروانے شمع کی جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب تھے ہائے افسوس کہ وہ شمع ہی بجھ گئی کہ جس سے ہمارے دل و دماغ منور تھے۔ شمع نے جب اپنے نور سے قلعہ لچھمن سنگھ کو منور کرنا شروع کیا تو نور کی کرنیں پورے پاکستان کو منور کرنے لگیں اک عجیب جاہ و جلال سے، اک عجیب آب و تاب سے آج آفتابِ اہلِ حدیث بدرِ اسلام اپنے نور سے تاریکیوں کی دبیز تہوں کو ہٹاتا جا رہا تھا اور اس کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔

یزدانی صاحب جانے کے لیے اٹھے قائد نے کہا ٹھہرو اکٹھے چلیں گے آہ! چلے گئے چھوڑ گئے ہائے چلے گئے آج ابو آپ ڈھونڈے نہیں ملتے، خدارا بتائیے، ہجر و فراق کی یہ گھڑیاں کب ختم ہوں گی ابو میرے جان سے پیارے ابو کب ملاقات ہو گی ہمیں چھوڑ گئے نا۔ ابو احد والوں سے جدائی گوارا نہ کر سکے۔ آج آپ نبی کے پیاروں کے ساتھ منوں مٹی تلے دفن ہو چکے ہیں مگر آپ دفن نہ ہو سکیں گے آپ کا نام ہمیشہ رہے گا۔

ابو جان آپ چلے گئے مگر ہم تنہا رہ گئے اب ہم کس کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو

باقی صہ ۹۰ پر